وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ (ال عمران ۱۸۷)

سلطان العلماء

SULTAN UL ULAMA

تالیف: الشیخ گل محمد حفظہ اللہ

دعوتِ دین، امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر ابھارنے والی ایک منفرد تحریر

علماء و طلباء کے لئے یکساں مفید

MAKTABA E UMAR

https://www.umarmediattp.co

ttpspokesman.official@gmail.com

الحمد للّٰہ رب العاملمین والصلوۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ ومن اقتفی اثرہ الی یوم الدین، اما بد فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ (الھود:120) وقال تعالی لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (یوسف:111) وقال تعالی فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (الاعراف:176)

نفس کی تربیت اور پرورش میں قصوں اور واقعات کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو حکم فرمایا ہے کہ لوگوں کے سامنے واقعات بیان کرو۔ قرآن کریم ان قصوں کے فوائد بھی بیان کرتا ہے، جیسا کہ اوپر مذکورہ آیات میں چھ فائدے بیان کیے گئے ہیں۔ قصوں اور واقعات کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ لوگ انہیں شوق سے سنتے ہیں۔ اس وجہ سے ہم یہاں ایک مشہور عالمِ دین شیخ عزالدین بن عبدالسلام کی سیرت اور حالات مختصر طور پر بیان کریں گے۔

تعارف :

آپ کا نام عبدالعزیز بن عبدالسلام ہے اور عزالدین بن عبدالسلام سے مشہور ہیں۔

آپ کے بہت سے القاب مشہور ہیں :

- عزالدین
- شیخ الاسلام
- بائع الامراء
- ان کے شاگرد ابن دقیق العید نے اپنے استاذ کو سلطان العلماء کا لقب دیا تھا۔

شیخ کے دور کے سیاسی حالات :

شیخ کی پیدائش دمشق میں 577ھ میں ہوئی۔ آپ شام میں رہتے تھے، وہاں سے پھر مصر چلے گئے اور وہاں بنو ایوب کی حکومت تک وقت گزارا۔ یہ ایک مضبوط حکومت تھی جسے صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے قائم کیا تھا، لیکن بعد میں یہ حکومت بہت کمزور ہوگئی، کیوں کہ اس کے امراء کے اندر بادشاہی کا شوق پیدا ہوگیا تھا، چناں چہ انہوں نے آپس میں جنگیں شروع کردیں، یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے صلیبیوں سے اتحاد بھی کرلیا تھا، خود کو اپنے بھائیوں اور رشتہ داروں سے جنگوں میں مصروف کیا ہوا تھا، آخر میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انہوں نے ایک عورت کو اپنا حاکم بنالیا، اسلامی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ جب مسلمانوں پر کوئی عورت حاکم بنی۔

اس عورت کا نام "شجرة الدار" تھا۔

جب اس کا شوہر فوت ہوگیا تو اس نے یہ خبر چھپا کر رکھی اور اس کی جگہ ایک شخص کو مقرر کردیا جو کہ برائے نام حکومت چلاتا اور حقیقت میں تمام اختیارات اس کے اپنے ہاتھ میں تھے۔ تین مہینے اسی طرح حکومت چلتی رہی لیکن آخر کار لوگ اس پر غصہ ہوگئے تو اس نے حکومت چھوڑ دی۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ کی تراسی (83) سال عمر تھی، اس دور میں بہت سے سیاسی واقعات نزدیک وقت میں گزرے تھے، صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے 583ھ میں صلیبیوں سے بیت المقدس واپس لیا تھا۔ اسی طرح بعض صلیبی حملے فلسطین اور مصر پر ہوئے تھے۔ اسی طرح بغداد میں خلافتِ اسلامیہ پر تاتاری حملے ہوئے تھے، جس میں بہت سے اسلامی شہر تباہ ہوگئے تھے، مصر کے بادشاہ سیف الدین قطز کی قیادت میں "عین جالوت" کے مقام پر تاتاریوں کو شکست ہوئی تھی۔ اسی طرح صلاح الدین ایوبی کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں نے قوی ایوبی حکومت کو مختلف حکومتوں میں تقسیم کردیا تھا، جیسا کہ ایک حکومت مصر میں تھی، ایک دمشق میں، ایک حلب میں، ایک حماہ میں، ایک حمص میں، ایک مابین النہرین میں تھی، پھر ان سب میں ایک دوسرے

کے لیے بغض وکینہ تھا اور وہ ایک دوسرے کے خلاف منصوبے بناتے رہتے، حالاں کہ ان کے مقابلے میں صلیبی اور تاتاری بھی موجود تھے، یہاں تک کہ اسماعیل بادشاہ نے مصر کے بادشاہ ایوب کے خلاف صلیبیوں سے صلح کرلی تھی۔ یہ واقعہ آئند ذکر کیا جائے گا۔

شیخ کی امتیازی صفت : جرأت و بہادری

شیخ عزبن عبدالسلام کی بہت سی امتیازی صفات تھی البتہ ان کی سب سے امتیازی صفت جرئت اور بہادری تھی، جس کی وجہ سے ان میں حق گوئی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بہت زیادہ تھا۔ وہ منکرات کا کھل کررد کرتے، امراء اور بادشاہوں میں جو منکرات ہوتے، وہ اس پر کھل کررد کرتے، وہ "**ولایخاف لومۃ لائم**" کا مصداق تھے۔

واضح رد کے فائدے :

ہونا بھی یہی چاہیے کہ واضح منکرات کا واضح رد کیا جائے، کیوں کہ اس کے بہت سے فوائد ہیں :

1۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ عالم معذور سمجھا جاتا ہے کہ فلاں عالم نے اس گناہ کا رد کیا تھا لیکن لوگوں نے نہیں مانا، اور اگر ایسا نہ کرے تو لوگ کہتے ہیں کہ مداہن اور منافق ہے، حق نہیں بیان کرتا اور پھر اللہ تعالی کے سامنے بھی عذر نہیں پیش کیا جاسکتا۔

2۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے لوگ بھی اس منکر سے رک جاتے ہیں، جیسا کہ جو نیک لوگ "اصحاب السبت" کو ان کے گناہ سے روکتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ **معذرۃ الی ربکم ولعل ھم ینتھون**۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ جو عالم منکرات کا رد کرتا ہے تو نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت اور مقبولیت پیدا ہوتی ہے، لوگ اس کے پاس جمع ہوتے ہیں اور اللہ تعالی اسے اپنے اس قول کا مصداق بنا دیتے ہیں کہ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ دوسرے لوگوں میں بھی منکرات کے رد کی جرئت پیدا ہوجاتی ہے اور اگر عالم رد نہ کرے تو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں عالم ہے، جب وہ رد نہیں کرتا تو میں کیوں مخالفت کروں۔

پانچواں فائدہ یہ ہے کہ اس سے حق واضح ہوجاتا ہے، کیوں کہ جب عالم حق بیان نہ کرے تو حق کیسے واضح ہوگا، جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ **فمتى يتبين الحق** (حق کب واضح ہوگا؟)

ان فائدوں کی وجہ سے شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ میں حق گوئی اور منکرات کا رد بہت زیادہ تھا، جس کی وجہ سے وہ خطرات اور اور مشکلات کا سامنا بھی کرتے۔ جب کوئی شخص حق پرستی اور منکرات کے رد کا دعویٰ کرے اور مشکلات کا سامنا نہ کرے تو اس کا دعویٰ صحیح نہیں ہے، جیسا کہ ایک فوجی اور مجاہد خطرات اور مشکلات کا سامنہ نہ کرے تو یہ فوجی اور مجاہد نہیں ہے، اسے چاہیے کہ فوجی اور مجاہد کا لباس اور وردی نہ پہنے۔

شیخ عزالدین رحمہ اللہ کی جرئت اور حق گوئی کی مثالیں :

پہلی مثال : صالح اسماعیل بادشاہ کے سو کوڑوں کا واقعہ

جب شیخ عزالدین دمشق میں تھے تو وہاں اس وقت بنو ایوب میں سے صالح اسماعیل حاکم تھا۔ اس نے شیخ صاحب کو اموی جامع مسجد کی خطابت حوالے کی تھی۔ کچھ وقت بعد اس بادشاہ نے نصرانی صلیبیوں سے تحالف اور اتحاد کرلیا، اور اس اتحاد اور تحالف میں ان کو بعض قلعے اور شہر حوالے کردیے، اس شرط پر کہ اس کے بدل

میں صلیبی، صالح ایوب کے مقابلے میں اس کی مدد کریں گے۔ ایوب، اسماعیل کا بھتیجا تھا۔ یہ واقعہ 638ھ کا ہے کہ جب صلیبی دمشق میں داخل ہوئے تھے۔

دوسری بات یہ کہ اسماعیل بادشاہ نے صلیبیوں کو یہ اجازت بھی دے دی تھی کہ وہ مصر کے مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے دمشق میں اسلحہ بھی خرید سکتے ہیں۔

شیخ صاحب نے منبر پر تقریر کے دوران اس اتحاد کا سختی سے رد کیا اور خطبے میں بادشاہ کے لیے دعاء کو چھوڑ کر آخر میں یہ دعاء کی:

اللهم ابرم لهذه الامة امرا رشدا تعز فيه وليك وتذل فيه عدوك ويؤمر فيه بالمعروف وينهي عن المنكر

"یا اللہ اس امت کی حالت کو ایسا صحیح فرمادیں کہ جس میں آپ کے دوست عزت دار ہوں اور آپ کے دشمن ذلیل ہوں اور جس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا جاتا ہو۔"

اور پھر منبر سے نیچے اتر آئے۔ اس پر بادشاہ بہت غصہ ہوگیا اور انہیں خطابت سے معزول کر کے جیل میں ڈال دیا۔ اس سے ملک میں حالات خراب ہو گئے۔ بادشاہ نے شیخ کو جیل سے تو نکال دیا لیکن خطبے کی پابندی برقرار رکھی۔

اس سے پہلے ان سے یہ استفتاء کیا گیا تھا کہ فرنگیوں کو اسلحہ بیچنا کیسا ہے تو شیخ صاحب نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ ان کو اسلحہ بیچنا حرام ہے۔ کیوں کہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ اسلحہ اس لیے خریدتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے تمہارے مسلمان بھائیوں سے جنگ کریں۔ بعضے دیگر علماء نے بھی اسماعیل بادشاہ پر رد کیے، ان علماؤں میں سے ایک ابن حاجب مالکی رحمہ اللہ بھی تھے۔ انہوں نے بھی بادشاہ پر سخت رد کیے۔ چناں چہ انہیں بھی بادشاہ نے کچھ عرصہ جیل میں ڈال دیا اور پھر آزاد کر کے گھر میں نظر بند کر دیا۔ (البداية والنهاية ص:251 ج:17)

اس کے بعد شیخ دمشق سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہو گئے۔ اتفاقا اس وقت اسماعیل بادشاہ بھی اسی طرف جا رہا تھا اور راستے میں بیت المقدس کے نزدیک اس کی نصاریٰ کے بڑوں سے ملاقات تھی۔

بادشاہ نے اپنے ایک خاص رازدار سے کہا کہ شیخ صاحب کے پاس جاؤ اور انہیں بہت نرمی سے یہ بات کہو کہ میرے پاس آجائیں اور آکر مجھ سے معافی مانگ لیں، اور اپنے عہدے پر واپس آجائیں اور کام شروع کر دیں، اور اگر بات نہ مانیں تو انہیں میرے خیمے کے نزدیک ایک خیمے میں بند کر دو۔

وہ شخص شیخ صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ کوئی مسئلہ نہیں ہے، آپ صرف بادشاہ کے پاس چلیں اور اور ان کا ہاتھ چوم لیں اور اپنا کام شروع کر دیں۔ اس کی بات سن کر شیخ صاحب مسکرائے اور فرمایا:

واللّٰه ما ارضي ان يقبل الملك يدي فضلا عن ان اقبل يده

"اللہ کی قسم! مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ بادشاہ میرا ہاتھ چومے، چہ جائے کہ میں بادشاہ کا ہاتھ چوموں۔"

اور فرمایا:

انا في واد وانتم في واد آخر

"میں ایک وادی میں ہوں اور تم دوسری وادی میں ہو۔"

یعنی میری کیا سوچ ہے اور تمھاری کیا سوچ ہے۔

الحمد للّٰه الذي عافاني مما ابتلاكم به

"تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے مجھے اس سے بچا کر رکھا جس میں تمھیں پھنسایا۔"

انہوں نے شیخ صاحب کو گرفتار کیا اور ایک خیمے میں بند کردیا، شیخ صاحب اس خیمے میں ذکر و عبادت اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور بادشاہ آپ کی تلاوت کو سنتا۔

ایک دفعہ اسماعیل بادشاہ کی نصرانی صلیبیوں سے ملاقات تھی اور وہ ایک ایسی جگہ بیٹھے تھے کہ وہ شیخ کی تلاوت سن رہے تھے۔ بادشاہ نے فرنگیوں سے کہا کہ_"هل تسمعون هذا الذي يقرأ"_(کیا تم سن رہے ہو جو یہ پڑھ رہا ہے؟)۔ انہوں نے کہا کہ ہاں، بادشاہ نے کہا کہ "هذا اكبر قساوسة المسلمين" (یہ مسلمانوں کا بڑا عالم ہے)۔ اس کو میں نے اس وجہ سے قید کیا ہے کیوں کہ یہ ہمارے تم سے اتحاد کرنے، بعض قلعے تمھارے حوالے کرنے اور مصریوں کے خلاف جنگ میں تم سے اتفاق کرنے پر اعتراض کرتا تھا۔ میں نے اسے خطابت اور اپنے عہدے سے بھی معزول کردیا ہے۔

نصرانیوں کے بڑوں نے اسے یہ جواب دیا:

لو كان هذا القسيس عندنا لغسلنا رجليه وشربنا مرقته

(طبقات الشافعيه الكبري للسبكي ص:۲۴۳، ج:۸)

"اگر یہ عالم ہمارے پاس ہوتا تو ہم اس کے پیر دھو کر پیتے۔"

اس سے بادشاہ بہت ذلیل ہوگیا۔

اس کے بعد مصر والوں نے حملہ کیا اور اور بادشاہ اور اس کے اتحادیوں پر غلبہ پالیا اور شیخ بھی جیل سے آزاد ہوگئے۔

مذکورہ واقعے کی عبرتیں اور فوائد:

1۔ مسلمانوں کے خلاف کفار سے اتحاد کرنا بہت بڑا گناہ ہے، اس کا رد بہت سختی سے کرنا چاہیے، جیسا کہ شیخ عزالدین اور شیخ ابن حاجب رحمہما اللہ نے کیا۔ آج کل برائے نام اسلامی ممالک مجاہدین کے خلاف امریکہ سے اتحاد کرتے ہیں اور پاکستان تو اس پر فخر کرتا ہے کہ ہم امریکہ کے صف اول کے اتحادی ہیں۔

2۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر علماء کو چاہیے کہ خطرات، جیل اور دیگر مشکلات برداشت کرنے کے لیے تیار رہیں۔

3۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ ایسے موقع پر جن علماء نے مشکلات اور خطرات برداشت کیں تو وہ دوسرے لوگوں کے لیے نمونہ اور مثال بنے اور ان کا نام، نشان اور تاریخ زندہ رہتی ہے، جیسا کہ شیخ عزالدین رحمہ اللہ۔

4۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر برائے نام اسلامی حکمران کفار کو خوش کرنے کے لیے کبھی کبھی بعض حق پرست علماء کرام کو شہید بھی کرتے ہیں، کبھی قید کر دیتے ہیں، جیسا کہ اسماعیل بادشاہ نے شیخ عز الدین کو فرنگیوں کی خوشی کی خاطر گرفتار کر کے قید کر دیا تھا۔ آج کل پاکستان نے بھی امریکہ کی خوشی کی خاطر بے شمار علماء و مجاہدین کو قید اور شہید کیا ہے۔

5۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار اور دیگر ادیان اور مذاہب والوں کے نزدیک اپنے بڑے اور ہیرو کی بہت قدر ہوتی ہے لیکن بعض نام نہاد مسلمانوں کے دل میں اپنے پیشواؤں کی قدر نہیں ہوتی، جیسا کہ اس فرنگی نے اقرار کیا کہ اگر ایسا عالم ہم میں ہوتا تو ہم اس کے پاؤں دھو کر پیتے۔

ایک دفعہ شام کا ایک امیر شیخ عزالدین پر غصہ ہو گیا، ان کے درس پر پابندی لگا دی اور انہیں گھر میں نظر بند کر دیا۔ اس زمانے کے ایک بڑے فقیہ حنفی عالم "جمال الدین الحصیری" اس حاکم کے پاس گئے اور اس سے کہا:

لوكان العز بن عبد السلام في الهند او في اقصي الدنيا لكان جديرا بک ان تسعي في ان يحضر اليک فانه شرف لک ان تملک امة فيها مثل العز بن عبد السلام فينبغي ان تسترضيه

"اگر عز بن عبد السلام ھند میں یا دنیا کے کسی دوسرے کونے میں ہوتے تو تمہارے یہ لائق تھا کہ تم انہیں اپنے پاس لانے کی کوشش کرتے، کیوں کہ یہ تمہارے لیے عزت و شرف کا باعث ہے کہ تم ایک ایسی قوم کے حاکم ہو کہ جس میں عز بن عبد السلام کے جیسا شخص ہے، تمھیں چاہیے کہ تم انہیں راضی کرو۔"

چناں چہ حاکم نے شیخ صاحب کو راضی کیا اور انہیں اچھی مسؤولیت دی۔

6۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق پرست اور باطل پرست لوگوں کی سوچوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔ حق پرستوں کی سوچ اللہ تعالی کی رضیٰ اور اللہ تعالی کے دین کی بالادستی ہوتی ہے، دنیا کے مرتبوں کی قربانی دینا اور لوگوں کی تعریف اور برائی کی پرواہ نہ کرنا ہوتی ہے، جبکہ باطل پرستوں کی سوچ مخلوق کی رضیٰ اور دنیا کے مرتبے اور دنیا جمع کرنا اور لوگوں کی تعریفیں حاصل کرنا ہوتا ہے۔

7۔ شیخ عزالدین رحمہ اللہ نے کہا کہ انا في واد و انتم في واد، الحمد للّٰه الذي عافاني مما ابتلاكم به ، اس جملے سے شیخ رحمہ اللہ کا زھد فی الدنیا پتہ چلتا ہے۔

دوسری مثال : مصر کے بادشاہ ایوب کا واقعہ

اس کے بعد شیخ عزالدین بن عبد السلام رحمہ اللہ مصر چلے گئے۔ مصر کے بادشاہ نجم الدین ایوب نے ان کا بہت اچھا استقبال کیا اور انہیں بڑا عہدہ دیا۔ ایوب بادشاہ بہت ہی نیک آدمی تھے لیکن بہت سخت تھے، ان کا رعب بھی بہت زیادہ تھا، کوئی ان سے بات کرنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔

ایک دفعہ عید کے دن وہ قافلے کی شکل میں قاہرہ کے راستوں میں گشت کر رہے تھے، راستے کے اطراف میں پولیس ہاتھوں میں تلوار لیے کھڑی تھی اور امراء ان کے سامنے زمین کو بوسے دے رہے تھے، یہ ان کا ایک غلط رواج تھا۔ اس وقت شیخ عزالدین رحمہ اللہ نے آواز دی "یا ایوب!"، بادشاہ حیران ہوگیا کہ یہ کون ہے جو مجھے بغیر کسی لقب کے نام سے پکار رہا ہے۔ پھر اس شخص نے کہا :

ما صحبتک عند اللّٰہ عزوجل غدا ان قال لک الم ابوئک ملک مصر فابحت الخمور

"قیامت کے دن تمھاری کیا دلیل ہوگی جب اللہ تعالی تم سے پوچھیں گے کہ میں نے تمھیں مصر کی بادشاہی دی تھی اور تم نے اس میں شراب مباح کردی تھی۔"

اس نے کہا کہ کیا حقیقت میں مصر میں ایسا ہے؟ شیخ نے کہا کہ ہاں فلاں فلاں جگہ ایسی دکان ہے کہ جس میں شراب بھی بکتی ہے اور دوسرے منکرات بھی ہوتے ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ میں نے نہیں بنائی بلکہ یہ تو میرے والد کے وقت سے ہے۔ شیخ صاحب نے کہا کہ تم انھیں لوگوں میں سے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ (الزخرف:22) (ہم نے اپنے آباء کو ایک کام کرتے دیکھا تو ہم انہیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔)

بادشاہ نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، اور حکم دیا کہ وہ دکان فورا ختم کردی جائے اور مصر میں شراب کے بیچنے پر پابندی لگادی۔

شیخ صاحب کے ایک شاگرد "باجی" نے شیخ سے اس واقعے کے بارے میں پوچھا تو شیخ صاحب نے کہا کہ بادشاہ بہت عظمت اور تکبر میں تھا تو میں نے اسے اس لیے ذلیل کیا تاکہ تکبر کی وجہ سے ہلاک نہ ہوجائے۔ شاگرد نے کہا کہ آپ کو اس سے ڈر نہیں لگا، تو شیخ نے جواب دیا :

لا واللّٰه يا بني استحضرت عظمه اللّٰه عزوجل وهيبته فرأيت السلطان امامى كالقط

(طبقات الشافعيه الكبرى ص:211 ج:8)

"اللہ کی قسم! میں نے اللہ عزوجل کی ہیبت کو اپنے سامنے کیا تو بادشاہ مجھے اپنے سامنے ایک بلی کی مانند لگنے لگا۔"

فوائد :

اس واقعے میں بھی بہت سی عبرتیں اور فوائد ہیں :

1۔ ایک یہ کہ شیخ صاحب میں جرئت بہت زیادہ تھی، کیوں کہ بادشاہ بہت زیادہ رعب والا تھا اور وہ منظر اور موقع بھی بہت رعب والا تھا، ایسے میں بادشاہ سے بات کرنا اور صرف نام لے کر اسے پکارنا بہت جرئت کا کام ہے۔

2۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ نے دو منکرات کا رد کیا، ایک شراب کی دکان کا رد اور دوسرا بادشاہ کے تکبر اور غرور کا رد، اور پھر بادشاہ پر شفقت بھی کی کہ کہیں اس کی آخرت نہ خراب ہو جائے۔

3۔ اپنے شاگردوں کو بھی بہادری اور غیرت کا درس دیتے، کیوں کہ جو شخص صرف درس و تدریس کرے اور اللہ تعالی کے دین پر غیرت نہ کرے اور منکرات سے اس کے چہرے پر تبدیلی نہ آئے، صرف صفحے پلٹنے میں وقت گزارے، تو ایسے علم کا خاص ثمرہ اور فائدہ نہیں ہوتا۔

تیسری مثال : امراء المالیک کا واقعہ

یہ شیخ کا ایک بہت ہی عجیب واقعہ ہے۔ اس زمانے میں مصر کی حکومت حقیقت میں غلاموں کے ہاتھوں میں تھی، کیوں کہ بادشاہ کا نائب ایک غلام تھا، لشکر کے امراء اور دیگر عہدے دار اصل میں غلام تھے اور ان میں ایسے لوگ بھی تھے کہ جن کی غلامی سے آزادی شرعی طور پر ثابت نہ تھی۔

ایوب بادشاہ نے ان غلاموں کو بیت المال کے پیسوں سے خریدا تھا، پھر ان کے ذمہ خدمتیں لگادی تھیں اور انہیں عہدے دیے تھے، یہ غلام خرید وفروخت بھی کرتے تھے۔

شیخ عزالدین مصر کے بڑے قاضی تھے، جب بھی کاغذات میں ان کی خرید وفروخت یا نکاح یا دیگر معاملات لکھے ہوتے تو شیخ ان سب کو واپس کر دیتے، چاہے وہ کوئی امیر اور مسؤول ہی کیوں نہ ہوتا، وہ کہتے کہ یہ تو غلام ہیں اور غلاموں کا تصرف نافذ نہیں ہوتے، اور ان کو کہتے کہ میں تمہیں بیچوں گا اور جب تک تم لوگ شرعی طریقے سے آزاد نہ ہو جاؤ اس وقت تک تمھارا کوئی تصرف نافذ نہیں ہوگا۔

اس پر وہ غلام بہت زیادہ غصہ ہو گئے اور بادشاہ سے شیخ کی شکایت کردی، جس پر بادشاہ کے منہ سے سخت الفاظ نکل گئے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ صاحب کا ان باتوں سے کیا تعلق۔ شیخ صاحب کو جب یہ بات پہنچی تو انہوں نے قضاء سے دستبرداری اختیار کرلی، گھر کا سامان جمع کیا، دو گدھے لیے، ایک پر سامان لادا اور دوسرے پر بیوی بچے سوار کیے اور شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ جب شیخ روانہ ہوئے تو تمام لوگ ان کے پیچھے روانہ ہو گئے، جن میں علماء، نیک اور عبادت گزار لوگ، مرد، عورت اور بچے، ہر قسم کے لوگ شامل تھے۔

بادشاہ سے کسی نے کہا کہ لوگ تو تمام چلے گئے، تم اب کس پر حکومت کرو گے؟ چناں چہ بادشاہ خود ان کے پیچھے روانہ ہوگیا اور ان کو راضی کرنے کی کوشش شروع کردی۔ شیخ نے کہا کہ میں ایک شرط پر واپس ہوں گا کہ یہ امراء اور عہدے دار سب بیچے جائیں گے۔ چناں چہ بادشاہ نے ان کی یہ شرط مان لی۔

بادشاہ کا نائب جو کہ اصل میں غلام تھا نے شیخ کے پاس اپنے بندے بھیجے کہ کسی طریقے سے شیخ کو راضی کرو، لیکن شیخ اپنے موقف پر مضبوط رہے۔ بادشاہ کے نائب اور دیگر عہدہ دار اس پر بہت غصہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ کیسے ہمیں بیچنے کا اعلان کر رہا ہے، حالاں کہ ہم تو بادشاہ اور امراء ہیں، پھر شیخ کے قتل کا فیصلہ کیا اور نائب نے کہا کہ واللّٰہ لاضربنہ بسیفي هذا (اللہ کی قسم میں شیخ کو اپنی اس تلوار سے ماروں گا)۔ پھر نائب اپنے لوگوں کو ساتھ لے کر شیخ کی طرف روانہ ہو گیا، شیخ کے گھر اس حال میں پہنچا کہ ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی، دروازہ کھٹکھٹایا، شیخ صاحب کا بیٹا عبداللطیف باہر آیا، وہ اس ہیبتی منظر سے بہت ڈر گیا، اپنے والد کے پاس جا کر کہا:

یا والدي انج بنفسک الموت الموت (اے میرے والد! خود کو بچائیں، موت ہے موت)

شیخ صاحب نے اس سے کہا:

یا ولدي واللّٰہ ان اباک لاحقر واقل من ان یقتل في سبیل اللّٰہ عزوجل

"اے میرے بیٹے! تمہارا باپ اس سے بہت کمتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اسے شہادت ملے۔"

پھر جلدی سے باہر نکل گئے، جب بادشاہ کے نائب نے انہیں دیکھا تو اس کے اعضاء نے کام چھوڑ دیا، اس پر خوف طاری ہو گیا، تلوار ہاتھ سے گر گئی، رنگ اُڑ گیا، کچھ دیر چپ رہا، پھر رونے لگا اور شیخ سے کہا کہ کیا کرنا چاہتے ہو؟ شیخ نے کہا کہ تمہارے بیچنے کا اعلان کروں گا۔ انہوں نے کہا کہ پیسوں کا کیا کرو گے؟ شیخ نے کہا کہ مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ کروں گا۔ پھر ہر ایک کو باری باری مہنگے داموں فروخت کیا اور پیسے مسلمانوں کی ضروریاتوں میں خرچ کیے۔ اس وقت سے شیخ "بائع الملوک" اور "بائع الامراء" کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

فوائد :

اس واقعے میں بھی بہت سی عبرتیں اور فوائد پوشیدہ ہیں :

1۔ یہ ایک بہت ہی عجیب واقعہ ہے، کیوں کہ بعض علماء اور مؤرخین کہتے ہیں کہ انسانیت کی تاریخ میں ایسا واقعہ نہیں پیش آیا، جیسا کہ سبکی رحمہ اللہ "**طبقات الشافعیۃ الکبری ص:217 ج:8**" میں کہتے ہیں کہ **وھذا مالم یسمع بمثلہ عن احد** (ایسا واقعہ کسی اور سے نہیں سنا گیا۔) ۔ جب دوسری ملت اور ادیان والے اپنے بڑوں پر فخر کرتے ہیں تو امتِ مسلمہ کو بھی چاہیے کہ اپنے ایسے اکابرین پر فخر کریں۔

2۔ شیخ نے شرعی حکم کے نفاذ کے لیے کتنا مضبوط موقف اختیار کیا، اور کس طرح امراء کے تمام عقود اور معاملات باطل کردیے اور ان کو بیچنے کا بھی عزم کیا۔

3۔ امراء اور بادشاہ کے مقابلے میں ایک بڑی جرئت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے تکبر کو ختم کیا۔

4۔ شیخ صاحب کو اللہ تعالی نے حق گوئی، حق پرستی اور منکرات کے رد کی وجہ سے کتنی عظیم مقبولیت دی، کیوں کہ جب مصر سے نکلنے کا ارادہ کیا تو تمام لوگ ان کے ساتھ چل پڑے۔

5۔ شیخ کا فقر اور خاکساری اتنی تھی کہ گھر کا سامان اور گھر والے صرف دو گدھوں پر سوار ہو گئے۔

6۔ شیخ کی خاکساری اتنی تھی کہ خود کو شہادت فی سبیل اللہ کے مرتبے سے کمتر سمجھتے تھے۔

7۔ اس سے شہادت کی عظمتِ شان بھی پتہ چلتی ہے، کیوں کہ شیخ صاحب جیسے لوگ بھی خود کو شہادت فی سبیل اللہ سے کمتر سمجھتے ہیں، کہ شہادت ایک بڑا مرتبہ ہے اور میں اسے نہیں حاصل کرسکتا۔

8۔ اللہ تعالی اپنے نیک بندوں کی کتنی عجیب حفاظت اور مدد کرتے ہیں، کہ بادشاہ کے نائب اور دیگر امراء کے اعضاء نے کام چھوڑ دیا، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں :

إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا (الحج:۳۸)

"یقینا اللہ تعالی ایمان والوں کا دفاع کرتے ہیں۔"

اور اللہ تعالی فرماتے ہیں :

وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (یوسف: ۲۱)

"اور اللہ تعالی اپنے کام پر غالب ہیں، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

9۔ شیخ صاحب پر یہ حدیث صادق آتی ہے :

"افضل الجهاد كلمه حق عند سلطان جائر" نحسبه كذالك واللّٰه حسيبه اللهم اجعل الجنه مثواه

"افضل جہاد ظلم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے"

اپنے ہاتھ سے منکرات ختم کرنے کا ایک اور جرئت مندانہ واقعہ :

"بیع الامراء" کے واقعے کو ابھی ایک سال نہیں گزرا تھا کہ شیخ کا ایک شاگرد یہ خبر لایا کہ وزیر فخر الدین نے تبلہ خانہ کھولا ہے۔ یہ میراثیوں کی ایک خاص جگہ تھی، جو کہ ناچ گانے اور فساد کے لیے بنائی گئی تھی، یہ جگہ مسجد کے نزدیک تھی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ جگہ قاہرہ کی مسجد کے اوپر تھی۔

اس وقت شیخ قاضی القضاۃ تھے۔ جب انہوں نے اس خبر کی حقیقت کو معلوم کیا تو بہت غصہ ہوئے کہ یہ تو ایک بے حیائی کا کام ہے اور اللہ تعالی کے گھر کی توہین ہے، اپنے بیٹوں اور شاگردوں کو ساتھ لے کر گئے اور اس جگہ کو مکمل ختم کر دیا۔

وزیر فخر الدین کی عدالت ختم کرنے کا ایک اور جرئت مندانہ واقعہ :

شیخ صاحب نے صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ فیصلہ کیا کہ یہ وزیر ساقط العدالت ہے اور اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ یہ بات امت میں اتنی پھیل گئی کہ مصر کے بادشاہ نے بغداد کے عباسی خلیفہ معتصم کو ایک آدمی کے ذریعے کوئی پیغام بھیجا۔ جب خلیفہ کو پیغام پہنچا تو خلیفہ نے اس شخص سے پوچھا کہ کیا یہ پیغام تم نے مصر کے بادشاہ سے خود سنا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، بلکہ مجھے بادشاہ کی طرف سے یہ پیغام وزیر فخر الدین نے پہنچایا ہے۔ خلیفہ معتصم نے کہا کہ اس شخص کی عدالت تو شیخ عزالدین ختم کر چکے ہیں اس لیے میں اس کی بات قبول نہیں کروں گا، یہ پیغام اور خط واپس لے جاؤ اور مصر کے بادشاہ سے خود لے کر آؤ۔ وہ شخص واپس گیا اور مصر کے بادشاہ سے خود پیغام سنا اور خط لیا اور پھر سے بغداد کے خلیفہ معتصم کے پاس گیا۔

تاتاریوں کی جنگ میں شیخ کا جرئت مندانہ فتویٰ :

جب تاتاریوں نے اسلامی ممالک شام، عراق و بغداد پر حملہ کیا اور امتِ مسلمہ کو انتہائی نقصان پہنچایا اور لوگوں میں ان سے جنگ کے بارے میں خوف اور بد دلی پیدا ہوگئی تو اہلِ مصر بھی خوف میں تھے، مصر کے بادشاہ اور اس کی فوج پر بھی زمین تنگ ہوگئی تھی، تو شیخ رحمہ اللہ نے لوگوں کو جہاد کی ضرورت اور اہمیت کے بارے میں بتایا، لوگوں کی حوصلہ افزائی کی، اور جب اس وقت کے بادشاہ "شاہ قطز" نے شیخ سے تاتاریوں سے جنگ کے بارے میں مشورہ مانگا تو فرمایا:

اخرجوا وانا ضامن لكم على اللّٰه النصر

"ان کی جنگ کے لیے نکلو، میں تمہیں اللہ تعالی کی مدد کی ضمانت دیتا ہوں۔"

بادشاہ نے ان سے کہا کہ خزانے میں مال کم ہے، اس لیے میرا ارادہ ہے کہ تاجروں سے قرض لے کر تاتاریوں سے جنگ میں لگاؤں۔ اس مجلس میں دیگر علماء، فقہاء اور قضاۃ بھی بیٹھے تھے۔ شیخ نے بادشاہ سے کہا:

اذا طرق العدو بلاد الاسلام وجب على الامام قتالهم

"جب دشمن حملہ کردے تو بادشاہ پر ان سے جنگ کرنا فرض ہو جاتا ہے اور جہاد کی ضرورت کے لیے رعیت سے مال لیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس شرط پر کہ بیت المال میں کچھ نہ ہو۔ تمہارے پاس جو قیمتی سامان ہے وہ بیچ دو، اور تمہاری فوج اور عوام ایک ہی طرح کا خرچہ کریں، اگر فوج کے پاس اموال اور قیمتی سامان ہوں تو عوام سے کچھ بھی لینا جائز نہیں۔

بادشاہ، امراء اور فوج نے اس فتوے پر عمل کیا، تمام امراء نے اپنے اموال، سونا چاندی اور قیمتی سامان پیش کردیے اور قسمیں کھا کر کہا کہ اس کے علاوہ اور سامان ہمارے پاس نہیں ہے۔

چناں چہ پہلے یہ مال فوج اور مجاہدین کی تیاری میں لگایا گیا، جب وہ مال کافی نہ ہوا تو مصر کے بادشاہ نے ہر آدمی سے ایک اشرفی لی۔ اس کے بعد جہاد ہوا اور اللہ تعالی نے تاتاریوں کو "عینِ جالوت" کے مقام پر 658ھ میں شکست دی۔

فوائد:

اس واقعے سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1۔ شیخ صاحب کا شوقِ جہاد۔

2۔ تاتاریوں کے مقابلے میں جہاد کا فتویٰ۔

3۔ اللہ تعالی پر مضبوط عقیدہ کہ اللہ تعالی ہماری ضرور مدد کریں گے اور اس بات کی ذمہ داری لینا۔

4۔ بادشاہ کو حق بات کہنا، کہ بلا ضرورت لوگوں کے اموال لینا اور قرض کرنا صحیح نہیں ہے۔

5۔ عوام کے اموال اور حقوق کا دفاع۔

6۔ جب رعیت سے عدل اور انصاف کیا جاتا ہے تو اللہ تعالی کی مدد حاصل ہوتی ہے۔

7۔ امتِ مسلمہ کے ساتھ مشکل حالات میں شریک ہونا، چاہے بیان اور فتوے کی ضرورت ہو یا کسی موضوع پر کتاب لکھنے کی ضرورت ہو، یا جہاد کی ترغیب دینے کی ضرورت ہو۔ اسی وجہ سے شیخ صاحب کی مختلف موضوعات پر مختلف کتابیں ہیں، جس موضوع کی بھی ضرورت ہوتی تو اس پر تحریر لکھتے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ :

شیخ عزالدین رحمہ اللہ کے واقعے کی طرح ان کے شاگرد ابن دقیق العید کا واقعہ بھی ہے۔ ایک دفعہ محمد بن قلاوون بادشاہ نے علماء کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ تاتاریوں سے جنگ کے لیے لوگوں سے مال جمع کرنے کی ضرورت ہے، چاہے قرض کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو۔ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پہلے امراء اور ان کی بیویوں سے مال جمع کرو، کیوں کہ بعض امراء ایسے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیٹیوں کے لیے ان کی شادیوں میں بہت زیادہ مصارف کیے ہیں، زیورات، ہیرے موتی، سونا چاندی کے برتن، اور بعض امراء نے اپنی بیویوں کی ٹھل قدمی کی جگہ موتیوں سے چنوائی ہوئی ہے، اگر یہ مال کافی نہ ہو تو پھر رعیت سے مال لیا جاسکتا ہے۔

شیخ عزالدین رحمہ اللہ کے علم شروع کرنے کا واقعہ

ایک دفعہ بہت سرد رات تھی، شیخ عزالدین دمشق کی مسجد "الجامع الاموی کے ایک کونے میں سو رہے تھے کہ انہیں احتلام ہوگیا۔ فوراً اٹھ بیٹھے، مسجد کے ایک کونے میں ایک حوض تھا جو کہ بہت ٹھنڈا تھا، کبھی کبھی ٹھنڈک کی وجہ سے جم بھی جاتا تھا۔ اسی ٹھنڈے پانی سے غسل کیا اور پھر سے سو گئے۔ دوسری دفعہ پھر احتلام ہوگیا، دو یا تین دفعہ اسی طرح ہوا، ایک دفعہ پانی کی ٹھنڈک کی وجہ سے بے ہوش بھی ہو گئے۔ پھر مسجد میں بیٹھ گئے، جب صبح ہوئی تو پھر سوئے۔ خواب میں کسی نے ان سے کہا کہ "**هل تريد العلم او العمل؟**" (علم چاہتے ہو یا عمل؟)، شیخ نے جواب دیا کہ "علم"، کیوں کہ "علم" "عمل" کو کھینچتا ہے۔ جب دن چڑھ گیا تو فقہ شافعی کی کتاب "**التنبيه**" لی اور اسے یاد کرلیا اور اس طرح علم کی ابتداء کی، یہاں تک کہ زمانے کے بڑے عالم اور عابد بن گئے۔

فوائد :

1۔ اس سے پتہ چلا کہ علم بچپن میں حاصل نہیں کیا تھا بلکہ جب کافی عمر ہو گئی تو پھر علم شروع کیا۔ اس میں ہر اس شخص کے لیے عبرت ہے کہ جو کہتا ہے کہ ہمارا تو وقت گزر گیا ہے۔

2۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ رحمہ اللہ کو مسجد و جماعت سے بہت لگاؤ تھا۔

3۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ آپ رحمہ اللہ جوانی سے ہی بہت دین دار تھے، کیوں کہ اتنی مشقت برداشت کی۔

شیخ صاحب کا زھد اور اخلاص

شیخ صاحب کو دنیا سے بالکل محبت نہیں تھی۔ ایک دفعہ اشرف بادشاہ کو نصیحت کی، اس نے آپ رحمہ اللہ کے حکم اور نصیحت پر عمل کیا اور آپ کو ہزار اشرفیاں دیں۔ آپ رحمہ اللہ نے وہ اشرفیاں واپس کردیں اور

بادشاہ سے کہا کہ "**هذه اجتماعة للّٰه لا اكدرها بشيء من الدنيا**" (یہ جمع ہونا اللہ تعالی کے لیے ہے، میں اسے دنیا کی گندگی سے گدلا نہیں کروں گا۔)

جب شیخ صاحب مرض وفات میں تھے تو ظاہر بیبرس بادشاہ آپ کی بیمار پرسی کے لیے آیا۔ ظاہر بیبرس شیخ صاحب رحمہ اللہ سے بہت محبت کرتا تھا، یہاں تک کہ جب شیخ صاحب کی وفات ہوگئی تو بادشاہ نے کہا کہ "**لااله الا اللّٰه ماتفق موت الشيخ الا في زمني**" یعنی میری بد قسمتی ہے کہ شیخ صاحب میرے دورِ حکومت میں فوت ہوئے۔

بادشاہ نے شیخ صاحب کو کہا کہ اپنے بیٹوں میں سے کسی کو متعین کردیں، تاکہ ہم آپ کی وفات کے بعد اسے آپ کی جگہ پر مقرر کردیں۔ شیخ صاحب کے بیٹوں میں عبداللطیف بہت مشہور تھے اور بہت قابل بھی تھے، شیخ صاحب نے کہا کہ_"**ما فيهم من يصلح**" (ان میں کوئی بھی قابل نہیں ہے۔)

فائدہ :

یہ شیخ صاحب کا زھد تھا کہ اپنے بچوں کو عہدوں اور حکومتی تنخواہوں سے بچاتے، اور یہ شیخ صاحب کے اچھے خاتمے کی دلیل بھی ہے کہ موت کے وقت بھی دنیا کے منصبوں سے اپنے بچوں کو بھی بچایا۔

چار دفعہ خود کو قضاء سے معزول کیا، جب کبھی بادشاہ سے کوئی مشکل پیدا ہوجاتی تو معزول ہوجاتے اور کہتے کہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تم ہی نے مجھے اس پر مقرر کیا ہے۔

صدقے اور خیرات کرنے کا شوق :

شیخ صاحب کو فقر اور غریبی کے باوجود صدقے کرنا بہت پسند تھا، یہاں تک کہ جب کبھی آپ کے پاس دینے کو کچھ نہ ہوتا تو اپنی پگڑی میں سے کپڑا کاٹ کر سائل کو دے دیتے۔

ایک دفعہ دمشق میں چیزیں بہت سستی ہوگئیں، یہاں تک کہ پورے پورے باغ سستے داموں بکنے لگے۔ آپ رحمہ اللہ کی بیوی نے آپ کو اپنے زیورات دیے کہ یہ بیچ کر ایک باغ خرید لیں تاکہ گرمیوں میں اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ شیخ صاحب نے وہ زیورات بیچ دیے اور اس کی قیمت صدقہ کردی۔ بیوی نے جب پوچھا کہ "یاسیدي اشتریت لنا؟" (اے میرے سردار! کیا آپ نے ہمارے لیے باغ خریدلیا؟) توشیخ نے کہا کہ "نعم بستانا في الجنه" (ہاں ایک باغ خریدا ہے جنت میں)، اور کہا کہ لوگوں کی ضروریات زیادہ تھیں اس لیے میں نے وہ پیسے صدقہ کردیے۔ بیوی نے کہا کہ جزاک اللہ خیرا (اللہ تعالی آپ کو اس کا اچھا بدلہ دیں)

اسلام کا جھنڈا لے جانے والے اور بلند کرنے والے

جب کبھی امتِ مسلمہ مشکلات، فتنوں اور ضعف میں گھری ہوئی ہو، جیسا کہ ہمارے دور میں یا شیخ عزالدین رحمہ اللہ کے دور میں تھا، کہ ایک طرف تاتاری تھے تو دوسری طرف صلیبی، اور ساتھ ساتھ اندرونی اختلافات بھی تھے۔ ایسے میں امت حیران وپریشان ہوتی ہے اور اس انتظار میں ہوتی ہے کہ ایسی کوئی صحیح قیادت پیدا ہوجائے جو کہ امتِ مسلمہ کا جھنڈا اونچا کرے۔ ایسے وقت میں صحیح قیادت اور صالح قائد کی ضرورت ہوتی ہے کہ جس میں اخلاص، تقویٰ، زھد اور صبر واستقامت ہو، جو امتِ مظلومہ کی مشکلات کا غمخوار ہو، جس میں جرئت اور شجاعت ہو، تاکہ وہ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کرسکتا ہو، حق بات کہہ سکتا ہو، دنیا کی حرص اور طمع ولالچ جس میں نہ ہو۔

اللہ تعالی امتِ مسلمہ میں حق پرست علماء اور صحیح قیادتیں پیدا کریں اور امتِ مسلمہ کی موجودہ تمام مشکلات کو ختم فرمائیں۔ آمین۔

وصل اللّٰه تعالي علي خير خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين

۱۶ محرم الحرام ۱۴۴۱ ه تمت